زیر سرپرستی
مفکر اسلام
مفسر قرآن علامہ
حضرت پیر سید ریاض حسین شاہ مدظلہ العالی
بیاد: مناظر اعظم
حضرت مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت علامہ حافظ سلطان باہو صدیقی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت سرور ملت صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت علامہ پیر سید شمس الدین بخاری مدظلہ العالی
بفیضان نظر: حضرت علامہ پروفیسر قاری مشتاق احمد مدظلہ العالی
زیر نگرانی: مناظر اسلام حضرت علامہ عبدالتواب صدیقی اچھروی مدظلہ العالی
بظلِ حمایت: پیر نور الٰہی انور مدظلہ العالی مولانا محمد نثار الحق علوی مدظلہ العالی
زیر اہتمام: ادارہ ریاض الاسلام لاہور فون: 0302-4242177
ماہنامہ
کارکنوں کیلئے
مقیاس
چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر منظور حسین اختر — ایڈیٹر: حافظ محمد عفان منظور
اپریل 2015 جمادی الثانی 1436 شمارہ 4 جلد 2
اشارے کرنے والا برباد ہے:
پیر سید ریاض حسین شاہ
"جواب اس کا یہ ہے" کی صحبت میں چند لمحات:
ڈاکٹر منظور حسین اختر
آپ کے دینی سوالوں کے جوابات،
جید مفتیان کرام کے قلم سے
بچوں کی تعلیم و تربیت:
مفتی عبدالماجد یوسف
چرواہے کا تقویٰ:
عبدالمالک مجاہد

اشارے گرنے والا برباد ہے

علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ
دامت برکاتھم العالیہ

ایک دانا شخص کا قول ہے اساتذہ پڑھا کر امتحان لیتے ہیں اور زندگی امتحان لے کر سبق دیتی ہے۔انسان کو حالات کے سامنے ہتھیار پھینکنے نہیں چاہئیں بلکہ مسلسل جدوجہد اور تگ وتاز سے حالات کو شکست دیتے رہنا چاہیے۔

جدید علمی تحقیق ہے کہ ہر انسان کی انگلیوں کے پوروں سے لہریں خارج ہوتی ہیں جو احساسات اور جذبات کی حامل ہوتی ہیں اور ان احساسات اور جذبات کا مرجع قلوب اور ارواح ہوتے ہیں جیسا انسان ہوگا دنیا میں ویسے ہی اعمال ظاہر ہوں گے۔قومیں عام طور پر جو فصل بوتی ہیں وہی کاٹتی ہیں۔ضرورت ہوتی ہے کہ انسانی نفوس کی تطہیر صحیح خطوط پر ہو۔صحیح اور درست معیار ہی اچھے احوال کے ظہور کی ضمانت دے سکتا ہے۔مقدس انسان، مہذب انسان، متقی انسان اور پرہیزگار انسان زمینی ستارے ہوتے ہیں جن کی فکری اور عملی روشنی عالم بالا میں محسوس کی جاتی ہے۔نیک لوگوں کی بزم سجنا انسانی اولین فطرت کا ظہور ہوتا ہے۔اللہ نے ہر انسان کے خمیر میں نیکی رکھی ہے۔یہ فطری بات ہے انسان گناہ پر کڑھتا ہے اور اُسے نیکی کر کے سکون ملتا ہے۔انسانوں کو اپنی فطرت مسخ نہیں کرنی چاہیے۔وہ لوگ جو نیکیوں، محبتوں الفتوں اور احسن جذبات و احساسات کے مخزنوں سے دور رہتے ہیں وہ آہستہ آہستہ، دھیرے دھیرے موت کے کنارے جا پہنچتے ہیں۔پاکیزہ زندگی کا آب حیات ایک ہی جگہ ہے اُسکی تلاش مقدس سفر ہے ہر انسان کو اس سفر کا آغاز بروقت کرنا چاہیے۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تمہارے لیے اسوہ حسنہ اللہ کے رسول میں ہے۔یہی چراغ ہے جس کی ضیا اور نور زندگی کے تمام گوشوں کو منور کر دیتا ہے۔

عمدہ انسان وہ ہوتا ہے جو دوسروں کو رنج نہیں دیتا۔لوگوں کی ضرورتیں اگر اُس سے وابستہ ہوں تو وہ اُن سے اچھا سلوک کرتا ہے۔صحیح حدیث میں ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ بندے کا حساب لیتے ہوئے فرمائے گا اے آدم کے بیٹے میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھلایا نہیں وہ کہے گا میں کیسے کھلاتا تو خود رب العلمین ہے۔اللہ فرمائے گا کیا تو نہیں جانتا میرا فلاں بندہ بھوکا تھا لیکن تو نے اُسے کھانا نہیں کھلایا تو اگر اُس کو کھلا دیتا تو اسے میرے پاس پاتا اے آدم کے بیٹے میں پیاسا تھا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا۔عرض کرے گا میں کیسے پلاتا تو تو خود رب العلمین ہے فرمایا میرا فلاں بندہ پیاسا تھا تو اگر اُسے پانی پلاتا تو اُسے میرے پاس پاتا اے ابن آدم میں بیمار ہوا تو نے میرے عیادت نہیں کی وہ کہے گا میں عیادت کیسے کرتا تو تو خود رب العلمین ہے فرمائے گا تو نہیں جانتا کہ فلاں شخص بیمار ہوا تھا اگر تو نے اُس کی بیمار پُرسی کی ہوتی تو مجھے اُس کے پاس پاتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ معاشرہ کے کچلے

ہوئے طبقوں کا ساتھ دیا اور اپنی تعلیمات کی روح بیان فرمائی: ان النصر للمظلوم

بے شک مدد مظلوم کے لیے ہے

عورت کے حقوق قرآن حکیم نے بیان کیے کہ وہ تم مردوں کے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو۔ صرف یہی نہیں کہ عورت کے لیے عزت اور تعظیم کا اعلان کیا بلکہ زندہ درگور ہونے والی نسوانیت کے لیے تازہ زندگی کا اعلان کیا یہاں تک کہ ایک عرب شاعر نے کہا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کے بعد تو عورتیں اتنی کثیر ہوگئی ہیں کہ جدھر دیکھو لڑکیاں ہی لڑکیاں نظر آتی ہیں۔ غلامی کی لعنت ختم کرنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عملی اقدامات کو عبادت کا درجہ دے دیا۔ غلاموں کی رہائی نیکیوں کے شعائر میں خاص اہمیت کی حامل ہوگئی۔ حضرت حکیم بن حزام فتح مکہ کے روز ایمان لائے اور پھر ایمانی زندگی میں ایک سو غلام آزاد کرنے کا شرف حاصل کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ایک قسم کا کفارہ ادا کرنے کے لیے چالیس غلام آزاد کر دیے۔ حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ نے ایک ہزار غلام آزاد کیے حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ نے تیس ہزار غلاموں کو آزادی کی نعمت سے بہرہ ور کیا۔

مسلم شریف کی حدیث ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا غلام سے اتنا ہی کام لو جتنا وہ کر سکتا ہے جب اُس سے کوئی کام لو تو اس کے ساتھ مل کر کام کرو تاکہ وہ ذلت محسوس نہ کرے اور جب سفر کرو تو اُسے سواری پر اپنے ساتھ بٹھاؤ یا پھر اس کی باری مقرر کرلو۔

اخلاقیات کی تاریخ میں ملازمین، مؤظفین اور ماتحتوں کے ساتھ حُسن سلوک کا یہ نبوی معیار دنیا کی ہر تہذیب کو پیچھے چھوڑ دیتا ہے اور عمدہ انسان بننے کے لیے احساسات کو تیز کرتا ہے اور جذبات کی آبیاری کرتا ہے ایسے جیسے شبنم چشم ظلمت سے ٹپکتی ہے اور سورج کی پہلی کرن کے ساتھ ہی تحلیل ہو کر سبق دیتی ہے، میں صرف دوسروں کے لیے ہوں۔ میرا وجود میرے لیے نہیں سب کے لیے ہے دوسروں کی خوشیوں مسرتوں اور قہقہوں کی قیمت فضول زندگی کی اکائیوں سے زیادہ ہوا کرتی ہے۔ یاسمین اتنا حوصلہ تو ہونا چاہیے جو وجود کا پیرہن پہنتے ہی زندگی کے لباس کو فنا کا کفن بنا لیتی ہے۔ اس قسم کی فنا بقا سے زیادہ لذیذ ہوا کرتی ہے۔

شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

بندۂ حلقہ بگوش ار ننوازی برود

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

اگر تو غلام کو نوازے گا نہیں تو وہ بھاگ جائے گا مہربانی کرنا اپناؤ تاکہ بیگانہ لوگ غلام بن جائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک عادت تھی کہ آپ دوستوں کی خیر و عافیت دریافت فرماتے۔ کوئی بیمار پڑ جاتا ہے تو عیادت کے لیے تشریف لے جاتے۔ کوئی غیر مسلم بھی زندگی میں کسی موڑ پر اگر داخل ہو جاتا بیمار پرسی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کی بھی فرماتے۔

ایک یہودی بچہ آپ کی خدمت کرتا تھا وہ بیمار ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیادت کے لیے تشریف لے گئے دیکھا تو اس کا باپ اس کے سرہانے بیٹھا تورات پڑھ رہا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے یہودی تجھے تورات نازل کرنے والے کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تو تورات میں میری نعت اور صفت لکھی ہوئی پاتا ہے؟ اُس نے کہا ''نہیں'' اس

پر اس کا بیٹا بول پڑا یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے شک ہم آپ کی صفت ونعت تورات میں پاتے ہیں بعدازاں وہ کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا (مشکوۃ شریف)

معاشرتی اخلاق مذہبی تبدیلیوں کی بنیاد بن سکتے ہیں۔ صوفیائے کرام نے سوسائٹی کے اندر کردار، تقویٰ اور انسانی خدمت کی بنیاد پر عظیم تبدیلیاں بپا کردیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موقع پر چار درہم میں قمیص خریدی۔ ابھی زیب تن فرما کر باہر ہی نکلے ہی تھے ایک انصاری نے عرض کی یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ قمیص مجھے عطا فرمادیں اللہ آپ کو جنتی خلعت عطا فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قمیص اتار کر دے دی پھر چار درھم میں ایک اور قمیص خریدی اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دو درھم باقی تھے راستے میں دیکھا کہ ایک کنیز رو رہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم کیوں رو رہی ہو؟ اُس نے بتایا مجھے میرے مالک نے آٹا خریدنے کے لیے دو درھم دیے تھے وہ کہیں کھو گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو درھم اُسے دے دیے اتفاقاً آپ اسی طرف سے دوبارہ گذرے تو اُسے دیکھا کہ وہ بیٹھی رو رہی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا اب تو تمہیں دو درھم مل گئے اب رونے کا سبب کیا ہے۔ وہ کہنے لگی خوف ہے کہ مالک سے مار پڑے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسے لے کر مالک کے دروازے پر تشریف لے گئے اور سلام کہا۔ گھر والوں نے آپ کی آواز پہچان لی اور جواب نہ دیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسری بار پھر تیسری بار سلام کیا تو انہوں نے جواب دیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم نے میرے سلام کا جواب پہلی دفعہ ہی کیوں نہ دیا وہ عرض کرنے لگے ہم چاہتے تھے کہ آپ کی زبانِ اقدس سے ہمارے لیے زیادہ سے زیادہ سلام کی دعا صادر ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہوئے اور فرمانے لگے میں تمہاری کنیز کے ساتھ آیا ہوں تاکہ تم اس کی پٹائی نہ کرو۔ مالک بولا چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی شفاعت کر رہے ہیں اس لیے ہم نے اللہ کی رضا کے لیے اس کنیز کو آزاد کردیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں خیر اور جنت کی بشارت دی اور فرمایا:

"اللہ نے دس درھموں میں کتنی برکت دی۔ اُس نے اپنے نبی اور ایک انصاری کو قمیص پہنائی اور ایک کنیز کو رہائی کی دولت سے نوازا"۔

ایک دانا شخص کا قول ہے اگر تم دوسرے لوگوں کو اپنے قریب دیکھنا چاہتے ہو تو ان کی صلاحیتوں کا اعتراف دل کھول کر کرو۔ اُن کی اچھی باتوں کو اچھے کلمات سے نوازو۔ لوگوں کی امنگوں اور آرزوؤں کو پورا کرنے کی سعی کرو۔ کسی کے کارناموں پر پانی نہ پھیرو۔ دھیمے رہو۔ معاملات مکدّر اس وقت ہوتے ہیں جب بندہ سب کچھ "بقلم خود" ہی کو تصور کرے۔ کہتے ہیں معروف مصری مصنف ڈاکٹر طہٰ جامعہ ازہر سے صرف اس لیے دل برداشتہ ہو گئے تھے کہ ان کے ایک اُستاد نے برہم ہو کر انہیں یہ کہہ دیا تھا "او اندھے سورہ کہف کی تلاوت کرو" اس دنیا میں رہتے ہوئے یہ سمجھ لو کہ ضمیروں کی عدالتوں میں کوئی سستا نہیں ہوتا لوگ اپنی قیمت قائم رکھنا چاہتے ہیں اس لیے لوگوں کے دلوں کے نازک آبگینے توڑنے نہیں چاہئیں۔ قرآن مجید کا یہ جملہ کتنا محکم ہے

"اشارے کرنے والا برباد ہے"

’’جواب اس کا یہ ہے‘‘

پیر سید ریاض حسین شاہ دامت برکاتہم العالیہ کی کتاب

کی صحبت میں چند لمحات

ڈاکٹر منظور حسین اختر

کسی خاص منزل کے مسافر کے لئے اپنے پیشرو کی زندگی راہنما ثابت ہوا کرتی ہے اور کسی اللہ والے کے نقوش قدم کو راہبر بنا کر چلنے والے کبھی گمراہ نہیں ہوا کرتے۔ قرآن بھی اپنے پڑھنے والے کو ’’آمنو کما آمن الناس‘‘ کہہ کر یہی سبق دیتا ہے کہ اللہ والوں کے نقش قدم کو جبینوں میں سجانے ہی سے انسان منزل آشنا ہوتا ہے۔’’ اھدنا الصراط المستقیم۔صراط الذین انعمت علیھم‘‘ کا بھی یہی مفہوم ہے کہ نیک بندوں کی زندگی کو غور سے دیکھو اور پھر اپنے شب و روز کو ان کی زیست کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرو۔’’فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی‘‘ میں تو گویا سبق مل رہا ہے کہ اللہ کے نیک بندوں میں شامل ہوئے بغیر جنت ملنا بھی ممکن نہیں۔قرآن میں اونچے لوگوں کا ذکر، ان کے شب و روز، ان کی ثابت قدمی اور ان کی زیست کے بہت سے واقعات قاری قرآن کو حق آشنا بنانے کا ذریعہ ہی تو ہیں۔ ہر دور میں صوفیاء اپنے بزرگوں کے تذکروں کو صفحہ قرطاس پر محفوظ کرتے رہے۔امام قشیری کا رسالہ قشیریہ، داتا گنج بخش علی ہجویری کی کشف المحجوب، شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی تذکرۃ الاولیاء و دیگر کتب بطور مثال پیش کی جاسکتی ہیں۔گویا یہ بات واضح ہے کہ منزل پر پہنچنے کے لئے کسی منزل آشنا کی سنگت ضروری ہے ورنہ راستے کی رکاوٹیں انسان کو گمراہی کی دلدل میں دھکیل دیتی ہیں۔اونچے لوگوں کے انٹرویوز اسی علم کے حصول کی خاطر کئے جاتے ہیں کہ حق کے راستے میں پیش آمدہ رکاوٹوں کو کیسے عبور کیا جائے اور کس کس مقام پر ایک راہ گزر کو راہ مار سے واسطہ پڑ سکتا ہے۔ منزل پر پہنچنے کے لئے کون سے اور کتنے زادراہ کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔

مفکر اسلام ، مفسر قرآن ، علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ ایک ایسی شخصیت ہیں جو منزل آشنا بھی ہیں، راہبر و راہنما بھی ہیں اور راہِ حق میں سنگت دینے والے سنگی کے لئے کافی اور وافی بھی ہیں، گو کہ اللہ نے شاہ جی کو پیدائشی پیر بنایا ہے لیکن ان کی زیست کے شب و روز نشیب و فراز کی تلخ و میٹھی حقیقتوں سے بھرے پڑے ہیں۔ انہوں نے قبلہ لالہ جی علیہ الرحمہ کی سنگت میں گلشنِ ولایت کی سیر بھی کی ہے اور میدانِ سیاست کے ریگزاروں کو پاؤں تلے روندنے کا شرف بھی حاصل کیا ہے۔شاہ جی نے حکمرانوں کی دوستیاں بھی دیکھیں ہیں اور ان کی کم ظرفی کا نشانہ بھی بنے ہیں۔ آپ نے کھلے آسمان تلے بیٹھ کر ذکر و فکر کی محفلیں بھی سجائی ہیں اور جیل کی سلاخوں کے پیچھے محبتِ رسول کی خیرات بھی تقسیم کی ہے۔ آپ بزم صوفیاء کے رتجگے بھی دیکھ چکے ہیں اور علماء کی بوقلمونیوں سے بھی بخوبی واقف ہیں۔ دوستی و دشمنی دونوں کی لذت آپ کو معلوم ہے۔ ہاتھ پاؤں چومنے والوں کے بوسے اور پھر انہی

لوگوں کی سنگ زنی کا لطف بھی اٹھا چکے ہیں۔ آپ کو لوگوں کے دلوں میں گھر کرنے کا فن بھی آتا ہے اور بے نیازی کا چلہ کاٹنا بھی آتا ہے۔

بقول جناب ڈاکٹر ظفر اقبال نوری:

گفتار میں نور قرآن کا جمال، کردار میں سنت محبوب کی جھلک، لہجے میں حسب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجزن سمندر، رگوں میں حسنین کریمین کا طیب وطہار خون، مزاج میں بے خوفی و بے باکی، طبیعت میں شان بے نیازی، طرز زندگی میں مخلوق سے بے غرض اور خالق سے ہمہ دم نیاز مندی، فقیروں اور مسکینوں کے لئے تصویر جمال، بادشاہوں اور تونگروں کے لئے پیکر جلال، سوال کرنے اور کسی سے ملنے میں ناممکن کی حد تک محتاط، دینے اور عطا کرنے میں دریائے رواں کی طرح فیض بار، شعلہ نوا خطیب، حکمت افروز ادیب، دل نواز رہبر، کردار ساز مرشد، شب زندہ دار عابد، باطن شکن سر بکف مجاہد، قدیم روایت کے جدید مفسر، قال کے ایوانوں میں حال کے پرچارک، گریاں مثال شمع، خنداں مانند غنچہ، نظام مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہاروں کو معاشرے کے تمام گوشوں میں غالب کرنا جن کا مقصد حیات نبی کا جھنڈا اونچا رکھنے کی تڑپ جن کا جنون۔۔۔

ذرا خود سوچئے! کس کا دل نہیں چاہے گا کہ ایسی شخصیت کے شب و روز سے واقف ہو، اس سے کسبِ فیض کرے، اس کی پسند و ناپسند کو معلوم کرے اور ان کے باطن کے اندر جھانکے، اسی کو تو ''انٹرویو'' کہتے ہیں۔ ڈاکٹر اجمل نیازی، تنویر قیصر شاہد، سید قیصر شاہ، رضوان انجم، نواز کھرل و دیگر صحافیوں نے اپنے اپنے رسائل و جرائد کے لئے شاہ جی کے انٹرویوز کر کے ہمارے لئے راہیں آسان کر دی ہیں۔ ہم ان انٹرویوز کے ذریعے ایسی جلیل القدر شخصیت کی ایک جھلک دیکھ سکتے ہیں۔ ان صحافیوں کے اس احسان پر مستزاد یہ کہ پروفیسر محمد بہاؤالدین اور علامہ حافظ شیخ محمد قاسم ''جواب اس کا یہ ہے'' کے نام سے ان تمام انٹرویوز کو یکجا کر کے کتابی شکل دیدی۔ اب ہم جب چاہیں کتاب اٹھا کر شاہ جی کی پیاری شخصیت کا نظارہ کر سکتے ہیں، ان کی زندگی کے نشیب و فراز کو یک گونہ سمجھ سکتے ہیں، دینِ رسول کے لئے ان کی محنت، استقامت اور مصائب و آلام کو برداشت کرنے کو دیکھ سکتے ہیں۔ دینی کارکن شاہ جی کی استقامت کو دیکھ حوصلہ و ہمت حاصل کر سکتا ہے۔ صوفی اپنے باطن میں صفاء کی دولت پیدا کر سکتا ہے، سیاست دان اپنی سیاست کو عبادت بنا سکتا ہے، پیر اپنے آپ کو فتنوں سے بچانے کا ہنر سیکھ سکتا ہے اور ایک مرید اپنی ارادت کا طریقہ حاصل کر سکتا ہے۔

گویا اس کتاب میں ہر ایک کے لئے سب کچھ ہے۔ آیئے آپ کو اس کتاب کے کچھ اقتباسات پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں۔

امت مسلمہ کے متعلق مایوس ذہنوں کو جھنجھوڑتے ہوئے شاہ جی فرماتے ہیں:

''امت مسلمہ'' سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام ہیں۔ دورِ اول سے لے کر آخر الزماں تک غلامی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعزاز رکھنے والے بلند بخت لوگ امت مسلمہ ہی کے رکن رکین ہیں۔ امت کی ترقی کو مادی یا عددی پیمانوں سے ماپنا تو

لنا درست نہ ہوگا۔ تشکیل امت کی بنیادیں سراسر ایمانی ، روحانی ، عملی اور فکری ہیں ۔امت اس وقت بھی امت ہی تھی جب چند نفوس قدسیہ مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ زوال یا ترقی یا تو نفسیاتی حالت کا نام ہوتا ہے یا پھر مادی شوکت اور صولت یا پھر اس سے محرومی کا نام ہوتا ہے ، کیا کسی بھی زاویئے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کی امت کو زوال کا شکا یا زبوں کا شکا کیا جا سکتا ہے ۔اُمہ کو چاہیئے کہ صوفیاء کی فکر آخرت کی بنیاد ایمان اور عمل کی مستقل اقدار کے لئے کام کرے ۔یہی اندازِ تبلیغ دین میں ہمیں کامیابیوں کی معراج تک لے جاسکتا ہے۔علوم کا حصول اور مادی ترقی اسلام کے منافی نہیں ۔دین مبین کے خادمین کو تسخیر کائنات کی منزلیں طے کرتے رہنا چاہیئے ۔اس مقصد کے حصول کے لئے علم ،محنت اور با مقصد جدو جہد ہی ہمارے وسائل ہو سکتے ہیں۔

اسلام انسانوں کے لئے مذہب ہے اسے ماننے والے کو عملی انسان ہونا چاہیئے ۔اگر حکومت اسلامیہ قائم ہو جائے تو اس کا مطلب ہوگا اسلام کا صرف ایک زاویہ نکھر کر ہمارے سامنے آیا ہے اگر بالفرض دنیا بھر میں کہیں اسلامی حکومت نہ ہو تو ہر گز اس کا مطلب یہ نہ ہوگا کہ دنیا میں اسلام نہیں ، حکومت اسلام میں ہے لیکن سارے کا سارا اسلام حکومت میں نہیں ۔ انسان غار میں بھی مسلمان بن کر جی سکتا ہے اور بازار میں بھی مسلمان بن کر جی سکتا ہے ۔ اسلام اپنی خوبیوں کے اظہار میں سیڑھی کے درجوں کی طرح ہے ۔ عروج بے شک آخری سیڑھی پر قدم رکھنے سے ہی حاصل ہوتا ہے لیکن پہلی سیڑھی پر قدم رکھنے والا بھی مسلمان ہی ہوگا۔

نظام مصطفی ، جمہوریت اور مارشل لاء پر اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

جنرل محمد ضیاء الحق کا نفاذِ شریعت کا نعرہ از حد دلچسپ تھا یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے دانش مندان کے زیر منقار آ گئے۔

پہلے تو آ کے شیخ نے دیکھا ادھر ادھر
پھر سر جھکا کے داخل مے خانہ ہو گیا

اور دوسری طرف ہمارا فلسفہ زندگی ہمیشہ یہ رہا کہ ''قہر ہے تھوڑی سی غفلت بھی طریق عشق میں'' میرا ہمیشہ یہ نظریہ رہا کہ انسان کی اصلاح معاش و معاد صرف شریعت مصطفویہ سے ممکن ہے۔ اُمت کی تمام مشکلات کا حل نظام مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے۔ وہ شخص جو شریعت کی موجودگی میں کوئی اور قانون تلاش کرتا ہے عقل کا اندھا اور دل کا مریض ہے۔ جنرل صاحب کا مارشل لا جو کہ خدائی قانون کے خلاف تھا فقیر نے سب سے پہلے اس کی مخالفت کی اور مارشل لاء کے تقریباً پندرہویں دن جیل چلا گیا اور پھر یہ سلسلہ محبت قائم رہا اور صرف جنرل صاحب کے دور میں مجھے تین مرتبہ جیل جانا پڑا۔

اپنے صاحبزادوں کی تعلیم و تربیت آپ کی حقیقی صوفیانہ زندگی کو ظاہر کرتی ہے ملاحظہ کیجیے:

ہر باپ اور ہر ماں اپنی اولاد کو اچھے مقام پر فائز دیکھنے کے متمنی ہوتے ہیں ۔ایک باپ ہونے کے ناطے اپنی اولاد کے بارے میں میری خواہشات اس سے مختلف نہیں، لیکن ٹوٹتے ہوئے خانقاہی نظام ، اجڑتی ہوئی علمی مسندیں اور مادیت کے خون چکاں حملے ہر طرف مایوسیاں

بکھیر رہے ہیں۔ میں نہیں چاہوں گا کہ میرے بیٹے میری طرح زندگی بسر کریں، میری انتہائی خواہش اور کوشش ہو گی کہ میری اولاد میرے ماحول سے کٹ کر ایک سچے مسلمان ایک مخلص غلام رسول، ایک وفادار دینی کارکن اور شہرت سے بچنے والے حقیقی صوفی کی حیثیت سے زندگی بسر کریں۔ میری یہ خواہش نہیں کہ وہ پیر بنیں اور نہ ہی میں چاہتا ہوں کہ وہ لیڈر نظر آئیں۔ میرے حضرت کی زندگی میرے لئے آئیڈیل ہے میں چاہوں گا کہ میرے بچے میری طرح نہیں بلکہ میرے مرشد کریم کے نقش قدم پر زندگی بسر کریں۔

مخالفت، آپ کا طریقہ نہیں بلکہ مخالفین سے محبت آپ کا طرہ امتیاز ہے۔ ملاحظہ کریں:

دین میں کام کی حکمتیں بدلتی رہتی ہیں۔ راہ حق میں مخالفت، مفاہمت اور کشمکش تحریکی مقاصد کا اعتراف ہوتا ہے۔ اس لئے کسی دور میں اگر علماء نے میری مخالفت کی تو میں آج بھی ان کے لئے دعا گو ہوں۔ شاید یہاں تک پہنچانے میں ان کی مہربانیوں نے بھی کچھ کردار ادا کیا ہو۔ سو اپنے محسنوں کو فراموش نہیں کرنا چاہئے۔

وزارت وعہدہ شاہ جی کا مقصد نہیں، ملکی سیاست پر شاہ جی کا نظریہ ملاحظہ فرمائیے!

PP-7 سے میرے کاغذات حکومت نے داخل کروائے لیکن میں نے صوبائی اسمبلی کا الیکشن لڑنے سے انکار کر دیا۔ شہباز شریف نے مجھے پنجاب کا وزیر اوقاف بننے کا عندیہ دیا لیکن میں نے صاف طور پر کہہ دیا ''وزارت میرا مقصد نہیں''۔ یہ میرے وطن کی بدقسمتی ہے کہ یہاں پر انتخاب ایجنسیاں لڑتی ہیں۔ میرے نزدیک جنرل یحییٰ کے انتخابات کے بعد کوئی انتخاب بھی منصفانہ نہ ہو سکا، یہاں تک کہ جنرل ضیاء الحق کا ریفرنڈم بھی قوم سے ایک فوجی مذاق تھا۔

ملکی وملی مسائل کا حل پیش کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اسلام کے لئے کام انتخابات کے ذریعے نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ شروع میں، میں نے سوچا کہ کوئی ایسا خاندان حکمران بننے والا ہو اس کو تبلیغ کی جائے، چنانچہ میں نے میاں شریف صاحب کی مسجد میں خطابت کی دعوت قبول کر لی۔ میاں نواز شریف صاحب کے ساتھ میری ایک ملاقات بھی ایسی نہیں جس میں، میں نے ان کو نفاذ اسلام کے لئے نہ کہا ہو۔ میرے پچھلے دس سال کے خطبے گواہ ہیں کہ میں نے ان کا ذہن بنانے کی کوشش کی ہے۔ میں ان کو کہتا رہا کہ آپ کی ٹیم ٹھیک نہیں ہے، سب جانتے ہیں، ایک وزیر نے امریکہ میں شراب پارٹی میں شرکت کی، پھر پاکستان کی پولیس کے حوالے سے بھی مجھے بہت ہی تشویش ہے۔ کچھ روز قبل ایک سابق وزیر اعلیٰ کی بیوی کو چار گھنٹے تک پولیس نے روکے رکھا، آپ خود اندازہ لگائیں کہ ایک عام آدمی کا کیا حال ہو گا۔ چنانچہ نوکر شاہی حالات کو بہت خراب کر رہی ہے، نوکر شاہی پیدا کرنے والے اداروں پر نظر رکھنی چاہئے اور تربیت کا نظام تبدیل کیا جانا چاہئے، تاکہ کم از کم آئندہ بہتر لوگ سامنے آئیں، پھر جہاں پٹواری کی تنخواہ ڈیڑھ سو ہو وہاں کون دیانت دار رہ سکتا ہے۔ ہمارے ہاں بدعنوانی غلط نظام کا نتیجہ ہے۔

اتفاق مسجد میں خطابت کے دوران حق گوئی

آپ ہی کی خصوصیت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

آپ کو حیرت ہوگی کہ میرا ہر تیسرا خطبہ حکومت پر تنقید کا ہوتا ہے۔ میں نے سودی نظام پر تنقید کی اور اسے فوری طور پر ختم کرنے کا مطالبہ کیا۔ کئی اور امور میں بھی اختلاف ہوا۔ آپ کو یہ بات بھی بے حد عجیب معلوم ہوگی کہ میں نے اتفاق مسجد کا خطیب ہوتے ہوئے مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی دونوں پر سخت تنقید کی لیکن میاں شریف صاحب نے مجھ پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔

المختصر اگر آپ راہ حق کے متلاشی ہیں اور اس راستے کی مشکلات پر حاوی ہونا چاہتے ہیں تو شاہ جی کے انٹرویوز پر مشتمل کتاب ”جواب اس کا یہ ہے“ منزل شناسائی میں آپ کے لئے سنگ میل کی صورت اختیار کرسکتی ہے۔ آیئے اس کتاب کو پڑھ کر اپنے لئے راہ عمل ارزاں کریں!!!

☆☆☆

میرا مسئلہ یہ ہے

جید مفتیان کرام کے قلم سے

سوال: السلام علیکم میرا سوال یہ ہے کہ زید اور بکر آپس میں ہم زُلف ہیں (یعنی زوجات آپس میں بہنیں ہیں)، کسی بات پر ناراضگی سے زید نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تم بکر کے گھر گئی تو تم پر تین طلاق۔ اب ان کے درمیان صلح ہوجانے کے بعد کیا کوئی صورت ممکن ہے کہ زید کی زوجہ ان کے گھر جا سکے؟ بکر کے بیٹے کی شادی ہے اگر بکر کے گھر والے یہ شادی کسی دوسرے گھر میں یا کسی شادی ہال میں کریں تو زید کی زوجہ اس میں شرکت کرسکتی ہے؟

جواب: یہ زید نے شرط لگائی ہے قسم نہیں اٹھائی، اگر تو قسم ہوتی اس کو توڑ کر قسم کا کفارہ دینے سے مسئلہ حل ہو جاتا، لہٰذا زید کی بیوی جب بھی بکر کے گھر جائے گی اسے تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔ ہاں اگر وہ کسی اور کے گھر شادی کریں یا شادی حال میں تو وہاں جاسکتی ہے کوئی مسئلہ نہیں ہے، پھر طلاق نہیں ہوگی۔ واللہ ورسولہ اعلم بالصواب۔

مفتی: عبدالقیوم ہزاروی

سوال: اسلام میں ٹانگوں کے درمیان غیر ضروری بالوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ مہربانی فرما کر وضاحت فرمادیں۔

جواب: کسی بھی طریقہ سے غیر ضروری بال کاٹنا جائز ہے۔ بلیڈ، کریم یا جو بھی طریقہ ہو جائز ہے۔ شریعت میں اس کے لیے کوئی خاص طریقہ یا کسی خاص چیز کا تعین نہیں کیا گیا۔ بغل کے بال اور زیر ناف بال ہر ہفتے کاٹنا چاہیئے لیکن یہ بات ذہن نشین ہو کہ چالیس دن سے زیادہ ہو جائے تو گناہ ہے۔ یہ مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے ہے۔

(عالمگیری 358:5)

نوٹ: ہر ہفتے میں صفائی کرنا، 15 دن بعد کرنا، آخری حد 40 دن۔ اسکے بعد عذر نہیں ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم بالصواب۔ مفتی: صاحبزادہ بدر عالم جان

سوال: بیرون ملک جاب کرنے والوں کو 1 سال بعد اور بعض کو دو سال بعد چھٹی ملتی ہے اور بعض افراد تو پیسے کی لالچ میں جلدی واپس جاتے ہی نہیں ہیں۔ ایک شادی شدہ مرد زیادہ سے زیادہ کتنی مدت تک بیوی سے دور بیرون ملک قیام کرسکتا ہے، دور جدید کے مطابق احسن وافضل عمل کیا ہے؟

جواب: تاریخ الخلفاء میں جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ ذکر کیا ہے کہ آپ رات کے وقت گشت کر رہے تھے تو ایک گھر سے ایک عورت کی آواز آرہی تھی اور وہ کچھ اشعار پڑھ رہی تھی۔ مفہوم یہ تھا کہ اس کا شوہر گھر سے کہیں دور چلا گیا تھا اور وہ اسکے فراق میں غمزدہ تھی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ گھر آئے اور اپنی زوجہ سے دریافت کیا کہ شادی شدہ عورت شوہر کے بغیر کتنی مدت صبر کرسکتی ہے تو زوجہ نے جواب دیا کہ تین سے چار ماہ۔ آپ نے حکم جاری کردیا کہ ہر فوجی کو چار ماہ بعد ضرور چھٹی دی جائے تاکہ ہر فوجی

اپنی بیوی کا حق ادا کر سکے۔ (تاریخ الخلفاء:142)
علماء کرام فرماتے ہیں کہ چار ماہ تک اگر شوہر عورت کا حق ادا نہ کرے تو عورت کو حق حاصل ہے کہ وہ خلع کا مطالبہ کرے یہ اس صورت میں ہے جب عورت راضی نہ ہو۔ اس لیے شوہر کو چاہیے کہ وہ عورت کو راضی رکھے اور ہو سکے تو کم از کم سال میں ضرور اپنے گھر کا چکر لگائے، اگر ممکن ہو تو عورت کو اپنے ساتھ ہی رکھے۔ باہمی رضامندی سے اگر زیادہ وقت دور رہ سکتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن اگر فتنہ کا خوف ہو تو پھر رضامندی بھی بے فائدہ ہے کیونکہ زیادہ عرصہ تک گھر واپس نہ آنا بہت سے نقصانات کا باعث بن سکتا ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم بالصواب۔

مفتی: صاحبزادہ بدر عالم جان

سوال: السلام علیکم میرا سوال یہ ہے کہ مرد حضرات کا گنجا پن چھپانے کے لیے وگ لگوانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر وہ وگ خواتین کے بالوں سے بنی ہو تو پھر کیا حکم ہو گا؟

جواب: مرد حضرات گنجا پن چھپانے کے لیے وگ لگا سکتے ہیں، اگرچہ خواتین کے بالوں سے بنی ہوئی ہو۔ وگ لگانا جائز ہے کوئی ممانعت نہیں ہے۔ یاد رہے وضو اور غسل کے لیے وگ اتارنا ہو گی کیونکہ یہ جسم تک پانی کے پہنچنے میں رکاوٹ بنتی ہے۔ اگر کوئی ایسی وگ ہو جو جسم تک پانی پہنچنے میں رکاوٹ نہ بنتی ہو اس کو اتارنے کی ضرورت نہیں ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم بالصواب۔ مفتی: عبدالقیوم ہزاروی

سوال: اگر کوئی شدید بیمار ہو اور ڈاکٹرز علاج کرنے سے قاصر ہوں، جیسے ایڈز یا کینسر وغیرہ تو کیا ایسی شدید تکلیف کی حالت میں مرنے کے لیے انجکشن (Death Injection) لگوانا جائز ہے؟ براہ مہربانی وضاحت کے ساتھ اس کا جواب دیں۔

جواب: اسلام کا تصور یہ ہے کہ انسان اپنی اصل کے اعتبار سے کائنات کی کسی شے کا یہاں تک کہ خود اپنا مالک بھی نہیں ہے۔ اس لیے جس طرح اس کے لیے یہ درست نہیں وہ کسی دوسرے کی زندگی کے درپہ ہو اور اسے ہلاک کر دے یا اس کے جسم کو جزوی نقصان پہنچائے۔ اسی طرح یہ بات بھی روا نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو ہلاک کر لے اور کسی شرعی مصلحت کے بغیر اپنے جسم کے کسی حصہ کو ضرر پہنچائے۔ اس کا جسم اس کے ہاتھوں میں اللہ تعالیٰ کی امانت ہے جسکی حفاظت اس کا فریضہ ہے اور جس کا استعمال اس کو حکم خداوندی کے مطابق کرنے کی اجازت ہے، مگر اس نوعیت کا تصرف کسی اور پر جائز نہیں ہے۔ یہ طرز فکر بجائے خود اس بات کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ ایسی مہلک دواؤں اور انجکشن کا استعمال جائز نہ ہو گا۔ چنانچہ روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے پہاڑ سے گرا کر اپنے آپ کو ہلاک کر لیا تو وہ دوزخ میں بھی ہمیشہ اسی طرح اپنے آپ کو گراتا رہے گا اور جس نے زہر پی کر اپنی جان دی تو وہ دوزخ میں بھی اسی طرح پیتا رہے گا اور جس نے کسی دھار دار ہتھیار سے خودکشی کی تو دوزخ میں بھی خود اپنے ہاتھ سے اپنے پیٹ پر وار کرتا رہے گا۔ (بخاری، ج:1 ص:182 باب، ماجاء فی قاتل النفس)

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ چاہے قتل کے لیے کسی آلہ کا استعمال کیا جائے یا کسی مشروب کا۔ ہر ایک خودکشی کے زمرہ میں آئیگا، اسی طرح

انجکشن، ادویات اور مشروب زہر میں شمار ہوں گی اور حرام ہونگی۔ حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلے کی قوموں میں ایک شخص کو زخم تھا۔ وہ شدت تکلیف سے گھبرا گیا۔ پھر چھری لے کر اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا اور خون تھم نہ سکا یہاں تک کہ موت آ گئی۔ اللہ تعالی نے فرمایا میرے بندے نے اپنی ذات کے معاملہ میں میرے فیصلے پر سبقت کی۔

خود عہد رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واقعہ ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے بعد حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کے ایک آدمی کے ساتھ ہجرت کی وہ شخص بیمار پڑ گیا اور شدت تکلیف سے گھبرا کر چاقو سے انگلیوں کے پورے کاٹ ڈالے ان کے ہاتھ سے بے تحاشہ خون بہنے لگا، یہاں تک کہ ان کی وفات ہو گئی، حضرت طفیل نے ان کو خواب میں اچھی حالت میں دیکھا۔ البتہ ان کے ہاتھ ڈھکے ہوئے تھے۔ انہوں نے ان سے پوچھا اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے۔ تو جواب دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہجرت کرنے کے طفیل مغفرت کر دی۔ پر ہاتھ اس لیے ڈھکے ہوئے ہیں کہ مجھے کہا گیا کہ ہم اس چیز کو درست نہیں کرتے جسے تم نے خود بگاڑ دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بیماریوں کا علاج کروایا کرو۔ بڑھاپے کے علاوہ ساری بیماریاں وہ ہیں جن کا علاج اللہ تعالی نے پیدا فرما دیا ہے۔ ترمذی، جلد: 2 باب: ما جاء فی الدواء والحث علیہ

لہذا لا علاج بیماری یا شدت تکلیف کی وجہ سے انجکشن لگوا کر موت قبول کرنا خودکشی کے زمرے میں ہے اور یہ حرام ہے۔ خودکشی کرنے سے اللہ تعالی نے منع فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

وَلَا تَقْتُلُوٓا أَنفُسَكُمْ (النساء، 4:29)

اور اپنی جانوں کو ہلاک مت کرو۔

لہذا کسی بھی صورت میں اگر انسان نے خود اپنی جان لی، کسی بھی ذریعے سے اور کسی بھی حال میں۔ شدت تکلیف کی حالت میں ہو یا لا علاج مرض کی حالت میں انجکشن کے ذریعے اپنے آپ کو ہلاک کرتا ہے یا زہر پی کر یا گولی مار کر۔ یہ خودکشی ہے اور خودکشی حرام ہے۔ واللہ و رسولہ اعلم بالصواب۔ مفتی: حافظ محمد اشتیاق الازہری

سوال: السلام علیکم میرا سوال یہ ہے کہ میرے شوہر کو بیرون ملک گئے ہوئے ایک سال ہو گیا ہے۔ اور ان کی غیر موجودگی میں مجھ سے ایک گناہ ہو گیا ہے کہ میں انٹرنیٹ کے ذریعے ایک آدمی سے صرف اور صرف بات کرتی ہوں, اور یہ بات میرے شوہر کو بتانے کی ہمت نہیں ہے۔ تو اس وقت میرے لیے کیا حکم ہے کیا یہ بات میرے شوہر کو بتانا ضروری ہے؟ دعا کی طلب گار ہوں آپ کی بہت مہربانی ہوگی اگر آپ اس سوال پر جلد سے جلد جواب دے دیں۔

جواب: اللہ تعالیٰ ہم سب کو سیدھے راستے پر چلنے کی ہدایت اور توفیق عطا فرمائے، اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ واقعی ایک بڑے گناہ میں ملوث ہیں اور آپ سے یہ گناہ ابھی تک جاننے کے باوجود کہ ایسا کرنا شوہر کی زوجیت میں خیانت کرنے کے مترادف ہے، سرزد ہو رہا ہے۔ آپ کے شوہر میلوں دور فقط آپ کے لیے آپ کو خوش و خرم رکھنے کے

لیے آپ کو ہر سہولت اور آسانی دینے کے لیے پتہ نہیں کتنے دکھ درد اور مشکلات کا سامنا کر رہے ہیں۔آپ ان کی امانت ہیں، لہذا آپ پر فرض ہے کہ ان کی امانت کی حفاظت کریں نہ کہ خیانت۔

یہ ایک بہت خطرناک راستہ ہے جو آپ کو تباہی و بربادی کی طرف لے جاسکتا ہے، معاشرے میں ایسے واقعات بہت پیش آتے ہیں، جن سے آپ بھی واقف ہیں، آج انٹرنیٹ پر بات ہو رہی ہے، کل فون پر اور دھیرے دھیرے ملاقات اور پھر دین اور دنیا دونوں تباہ، کیونکہ شیطان ہر وقت انسان کے ساتھ رہتا ہے، جو اسے برے کاموں پر ابھارتا رہتا ہے۔آپ کو انہیں بتانے کی ضرورت نہیں ہے، اس سے فتنہ وفساد پھیلنے کا خطرہ ہے اور ان کا آپ پر اعتماد ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا۔آپ فوراً اس شخص سے رابطہ منقطع کریں، اللہ سے معافی مانگیں، اور سچی توبہ کریں۔تو اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے اور اپنے شوہر میں دلچسپی لیں، آپ کو اپنے گناہ کا احساس ہو گیا، یہ بڑی بات ہے، اب شوہر کو بتانے کی ضرورت نہیں، اس سے آپ کے ازدواجی تعلقات خراب ہونگے، اعتماد ختم ہو جائے گا۔آپ آئندہ کے لئے توبہ کریں، اور صدقہ وخیرات حسب توفیق کر دیں۔اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے۔

واللہ ورسولہ اعلم بالصواب۔ مفتی: حافظ محمد اشتیاق الازہری

سوال: السلام علیکم اگر کوئی کمپنی اپنے ملازمین کو بروقت تنخواہ نہ دے تو اسلام کے قوائد وضوابط اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟ ملازمین کی تنخواہوں کے بارے میں اسلامی قوانین کیا ہیں؟

جواب: ملازمین کو تنخواہ طے شدہ معاہدے کے مطابق وقت پر ہی دینی چاہیے، حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدوری دے دو۔لیکن بڑے افسوس سے کہنا پڑھ رہا ہے کہ آج ہمارے معاشرے کے اندر جہاں بے شمار برائیاں موجود ہیں ان میں سے ایک بڑی برائی ملازمین اور مزدور طبقے کے حقوق کا استحصال ہے۔آج بھی سرمایہ دار طبقہ مزدوروں کے حقوق غصب کر رہا ہے۔

لوگوں کی مجبوریوں اور بیروزگاری سے ناجائز فائدہ اٹھایا جارہا ہے۔کیوں کہ ان کو پتہ ہے کہ عوام مجبور ہے اور بیروزگاری بھی ہے۔لہذا جان بوجھ کر تنگ کرتے ہیں اور وقت پر تنخواہ نہیں دیتے۔کیونکہ انہیں پتہ ہے کہ موجودہ بے روزگاری کی حالت میں نوکری چھوڑ کر کہیں جانہیں سکتا۔اس لیے یہ لوگوں کی مجبوری اور بے روزگاری کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔وعدہ خلافی کرتے ہیں اور یہ گناہ کبیرہ ہے۔جس کے بارے میں اللہ تعالی کے سامنے جوابدہ ہوں گے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اگر کمپنی، فیکٹری یا کسی بھی جگہ تنخواہ کا ایسا مسئلہ ہو اور یہ اکثر ہوتا رہتا ہو تو ملازمین کو بھی چاہیے کہ وہ اس کا متبادل تلاش کریں کیونکہ نہ تو ہمارے ملک میں خوف ہے اور نہ کسی کی بات سنی جاتی ہے۔لہذا صبر وہمت سے کام لیں اور متبادل اچھی جگہ نوکری کی تلاش بھی جاری رکھیں۔رہا مسئلہ ان سرمایہ داروں کا تو یہ دنیا کی ہر عدالت سے بچ سکتے ہیں لیکن اللہ کی عدالت سے کبھی بھی بچ نہ سکیں گے۔واللہ ورسولہ اعلم بالصواب۔

مفتی: حافظ محمد اشتیاق الازہری

بچوں کی تعلیم وتربیت تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روشنی میں

مفتی عبدالماجد یوسف

حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نومولود بچّوں کے کانوں میں اَذان واقامت کہلوا کر اسلام کی روح پُھونکنے کا حکم دیا دُنیا میں پیدا ہونے والا ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے اور والدین کی توجہ سے مستقبل کا معمار، مذہب اور ملک وقوم کے لیے قیمتی اثاثہ بن سکتا ہے۔ والدین اور معاشرہ تعلیم و تربیت سے اس کی پوشیدہ صلاحیتوں میں نِکھار پیدا کرسکتے ہیں اور نظر انداز کر کے انہیں زَنگ آلود بھی کرسکتے ہیں۔ بچے بزرگوں، بڑوں اور والدین کو جیسا کرتے دیکھتے ہیں' ویسا ہی کرنا شروع کردیتے ہیں۔ جو سُنتے ہیں، وہی بولتے ہیں اور جو کُچھ دیکھتے ہیں، اُس کا اِظہار بھی کرتے ہیں، لہٰذا ضروری ہے کہ اُن میں اچھی عادتیں منتقل کی جائیں، اُنہیں پیار دیا جائے ،اُن کی اَچھی تعلیم وتربیت کا اہتمام اور اُن کے آرام وسُکون کا خیال رکھا جائے۔ بچّے پھولوں کی طرح ہوتے ہیں، اگر بچّوں کو معاشرے کی غلط عادتوں اور روایتوں سے محفوظ نہ رکھا جائے ،تو آئندہ نسلیں تباہی کا شکار ہوجائیں گی۔ بچپن اور آغازِ جوانی کا دور حسّاس ترین ہوتا ہے۔ بچّے کا دل ودماغ سادہ اور خُداداد صلاحیتوں سے بھرپور ہوتا ہے۔ معروف مقولہ ہے کہ ''کم سِنی میں حاصل کیا ہوا علم پتھر پر لکیر کی طرح ہے۔'' اس عمر میں جو پڑھا اور سُنا جائے' اس کے اثرات تا حیات رہتے ہیں۔ عمر کے اس حصّے میں بچّے کی تربیت اسلامی خطوط پر کی جائے تو بچّہ تاحیات دین سے مخلص' معاشرے کے لیے مفید' صالح اور والدین کا فرماں بردار ثابت ہوگا لیکن اگر غفلت اور بے جا لاڈ پیار میں والدین نے بچّے کی تربیت نظر انداز کردی تو وہ اسلام' والدین اور معاشرے سمیت ہر فکر اور ہر نظریے سے انحراف کرتا رہے گا۔ صد افسوس کہ ٹیکنالوجی کے اس دَور میں والدین کی مصروفیت اور غفلت کے باعث بچّے اسلامی تربیت سے تو ایک طرف' اخلاقی اور معاشرتی تربیت سے بھی محروم نظر آتے ہیں۔ جس اسکول اور تعلیم پر اکتفا کرلیا جاتا ہے، اس کا مکمل زَور دُنیاوی علوم پر ہوتا ہے، جس کی وجہ سے بچّے دین سے بے زار نظر آتے ہیں اور والدین کے ساتھ اِن کے سلوک کا اندازہ روزمرہ کے واقعات سے کیا جاسکتا ہے۔ آج نوجوانوں میں دِین سے دُوری کے رُجحان کی بڑی وجہ مغربی تہذیب کی اندھی تقلید اور اسلامی تعلیمات سے دوری ہے، جب کہ اسلام مکمل ضابطۂ حیات ہے، یہ انسانی فطرت کے عین مطابق ہے اور آسانیاں پیدا کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ ہمارے پیارے نبی آنحضرت محمد مصطفیؐ کی سیرتِ طیّبہ اس حقیقت پر گواہ ہے کہ بچوں کی تعلیم وتربیت اور کردار سازی آپؐ کے پیشِ نظر رہی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''باپ اپنی اولاد کو جو کُچھ دے سکتا ہے، اُس میں سب سے بہتر عطیہ اچھی تعلیم وتربیت ہے''۔ (ترمذی) آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: ''انسان کے مرنے کے بعد اُس کا عمل تو ختم

ہو جاتا ہے مگر تین قسم کے اعمال ایسے ہیں کہ اُن کا اَجر مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے، ایک یہ کہ وہ کوئی صدقۂ جاریہ کر جائے، دوسرے یہ کہ ایسا علم چھوڑ جائے جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں، تیسرے ایسی صالح اور نیک اولاد جو اُس کے لیے دعائے مغفرت کرتی رہے۔'' (ابنِ ماجہ) ہمارے پیارے نبی کریم نے روزِ اوّل سے ہی بچّوں کے دونوں کانوں میں اَذان واقامت کہلواکر اسلام کی رُوح پھونکنے کا حکم دیا۔(طبرانی) کسی مردِ صالح سے خرما یا شہد چٹوانے کی ہدایت دی کہ آغاز سے ہی بزرگوں کی برکتوں سے بچہ بہرہ ور رہے۔(مسلم) بچوں کے بہتر نام رکھنے کی تلقین کی گئی ہے، کیوں کہ قیامت کے دن اِن ہی ناموں سے پکارا جائے گا۔(ابو داوٗد) بچے کا غلط نام رکھ دیا گیا ہے تو بدل دیا جائے۔کیوں کہ نام کے اثرات انسان کے اَعمال وافعال پر مُرتب ہوتے ہیں۔حضرت عمر کی بیٹی کا نام عاصیہ تھا، بدل کر جمیلہ رکھا۔(ابو داوٗد) ساتویں روز عقیقہ کیجیے، اور بال منڈوا کر اُس کے وزن کے برابر سونا یا چاندی صدقہ کردیں اور اسلامی شعار کے مطابق ساتویں دن ختنہ کرائیں (ترمذی) بچّہ بولنے لگے تو سب سے پہلے اُسے کلمہ طیبہ سکھائیں۔بچوں کو ڈرانے سے پرہیز کیجیے، ابتدائی عمر کا یہ ڈر ساری زندگی قلب ودماغ پر چھایا رہتا ہے۔ماں کا دودھ بچّے کا حق ہے لیکن اِس کے ساتھ ماں کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ اپنے ہونہار کو درسِ توحید اور عشقِ رسول ﷺ بھی سکھائے۔اولاد کو بات بات پر ڈانٹنے، جھڑکنے اور بُرا بھلا کہنے سے پرہیز کیجیے۔ان کی کوتاہیوں

پر بے زار ہونے اور اظہارِ نفرت کرنے کی بجائے حکمت سے اُن کی اصلاح کرنے کی محبت آمیز کوشش کیجیے۔اولاد کے ساتھ نرمی اور شفقت کا برتاؤ کیجیے۔حسبِ حیثیت ان کی ضروریات پوری کر کے اِنہیں خوش رکھیے اور اطاعت اور فرماں برداری کے جذبات اُبھاریے۔احنف بن قیس رضی اللہ عنہ نے اس سوال کے جواب میں کہ اولاد کے ساتھ کیسا سلوک ہونا چاہیے؟ ارشاد فرمایا، ''اولاد ہمارے قلوب کا ثمرہ ہے، کمر کی ٹیک ہے، ہماری حیثیت ان کے لیے زمین کی طرح ہے، جو نہایت نرم اور بے ضرر ہے۔ہمارا وجود اُن کے لیے سایہ فگن آسمان کی طرح ہے اور ہم اِنہی کے ذریعے بڑے بڑے کام انجام دینے کی ہمت کرتے ہیں۔اگر وہ کبھی آپ سے کوئی جائز مطالبہ کریں تو ضرور پورا کیجیے۔وہ کبھی دل گرفتہ ہوں تو ان کے دلوں کا غم دور کیجیے۔نتیجے میں وہ آپ سے محبت کریں گے، آپ کی پدرانہ کوششیں پسند کریں گے۔ان پر ناقابل برداشت بوجھ نہ بنیے کہ وہ آپ سے اُکتا جائیں اور قریب آنے سے نفرت کریں۔'' دوسروں کے سامنے بچّوں کی عیب جوئی اور اُن کی اصلاح سے مایوسی کا اظہار نہ کیجیے، بچّوں کی ہر جاو بے جا ضد پوری نہ کیجیے، چیخنے چلانے سے خود بھی گریز کریں اور بچّوں کو بھی اس کا عادی بنائیں۔ انہیں اپنے ہاتھوں سے کام کرنے کی عادت ڈالیں، بچّوں میں باہم لڑائی ہونے پر اپنے بچّے کی بے جا حمایت نہ کیجیے، صدقہ وخیرات بچّوں کے ہاتھوں سے دلوائیں تاکہ ان میں ایثار وہم دردی کے جذبات پرورش پائیں۔بچّوں کو دینی

چرواہے کا تقویٰ

عبدالمالک مجاہد

ایک مرتبہ عبداللہ بن عمر مدینہ منورہ کے کسی کنارے کی طرف نکلے ۔ آپ کے ہمراہ آپ کے چند ساتھی بھی تھے ۔ ساتھیوں نے آپ کے کھانے کے لیے دسترخوان بچھایا ۔ اسی دوران وہاں سے ایک چرواہے کا گذر ہوا ۔ حضرت ابن عمر نے اس سے کہا: ”چرواہے آؤ آؤ ! اس دسترخوان سے تم بھی کچھ کھا پی لو“ چرواہا بولا: ”میں روزے سے ہوں“ عبداللہ بن عمر نے کہا: ”اس طرح کے سخت گرم دن میں تم روزے کی مشقت برداشت کررہے ہو جبکہ لُو نہایت تیز ہے اور تم ان پہاڑوں میں بکریاں بھی چرا رہے ہو۔“ چرواہے نے جواب دیا: جی ہاں! میں ان خالی ایام کی تیاری کررہا ہوں جن میں عمل کرنے کا موقع نہیں ملے گا ، اسی لیے دنیوی زندگی میں عمل بجا لا رہا ہوں ۔ عبداللہ بن عمر نے چرواہے کے تقویٰ اور خوف الٰہی کا امتحان لینے کے ارادے سے اس سے کہا: کیا تم اس ریوڑ میں سے ایک بکری بیچ سکتے ہو، ہم تمہیں اس کی نقد قیمت دیں گے ، مزید تمہارے افطار کے لیے گوشت بھی دیں گے؟ چرواہے نے جواب دیا: ”یہ بکریاں کوئی میری نہیں ہیں جو بیچ دوں بلکہ میرے آقا کی ہیں ، اس لیے میں تصرف نہیں کرسکتا“ ۔ عبداللہ بن عمر نے کہا: تمہارا آقا اگر کوئی بکری کم پائے گا اور تم اس سے کہہ دو گے وہ بکری گم ہوگئی ہے تو وہ کچھ نہیں کہے گا ، کیوں کہ ریوڑ سے ایک دو بکریاں پہاڑوں میں گم ہوتی ہی رہتی ہیں ۔ یہ سننا تھا کہ چرواہا حضرت کے پاس سے چل دیا ، وہ اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھا کر یہ جملہ کہے جا رہا تھا: أَيْنَ اللّٰہُ ”پھر اللہ کہاں ہے ۔ اللہ کہاں ہے؟“ جب چرواہا چلا گیا تو حضرت عبداللہ اس کا یہ جملہ بار بار دہرانے لگے: أَيْنَ اللّٰہُ ” پھر اللہ کہاں ہے ۔ اللہ کہاں ہے؟“ جب حضرت عبداللہ بن عمر مدینہ آئے تو چرواہے کے آقا کے پاس انہوں نے اپنے آدمی بھیجے اور اس سے بکریاں اور اس چرواہے کو خرید کر اسے آزاد کر دیا اور وہ بکریاں اسے ہبہ کر دیں ۔ (شعب الایمان، للبیھقی (5291)، اسد الغابہ (3082) اس کی سند حسن ہے) (ماخوذ سنہرے اوراق)

بقیہ: بچوں کی تعلیم و تربیت

واقعات اور قرآنی ترجمہ سنانے کا اہتمام کریں ۔ اولاد کے مابین ہمیشہ برابری کا سلوک کیجیے ۔ بچّوں کے سامنے ہمیشہ اچھا عملی نمونہ پیش کیجیے ۔ لڑکی کی ولادت پر بھی ایسے ہی خوشی منائیں ، جیسے لڑکے کی ولادت پر ہوتی ہے اور ان معصوم بچّیوں کی تربیت اور پرورش انتہائی خوش دِلی سے کیجیے ۔ بیٹوں اور بیٹیوں کے ساتھ یکساں محبت کا اظہار کیجیے ۔ اس حوالے سے ہمارے پیارے نبی آنحضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرتِ طیّبہ مثالی نمونہ اور روشنی کا مینار ہے ۔ آج کے دور میں جب انسان مشین بن چکا ہے ‘ اپنے بچّوں کو نظر انداز نہ کریں ۔ انہیں آپ کی توجہ کی ضرورت ہے ۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اُن کے لیے وقت نکالیں ۔ ان کی تربیت اسلامی خطوط اور اسوۂ حسنہ کی روشنی میں کریں ۔ اگر ہم نے مغربی روایت کی طرح اپنے بچّوں کو نظر انداز کیا ، نرسریوں ‘ ڈے کیئر سینٹر کی زینت بنایا تو وہ بڑھاپے میں ہمیں نظر انداز کر کے اولڈ ہوم کی زینت بنائیں گے ۔ اللہ نہ کرے کہ اس طرح اُن کی آخرت برباد ہو ۔ ہمیں اُن کی تربیت اس طرح کرنی ہے کہ دُنیا میں وہ معاشرے کے لیے مفید شہری بنیں ‘ ہمارے دست و بازو بنیں اور آخرت میں جنّت اُن کا مقدّر ہو ۔ (آمین)